International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 02, July-Sep 2024
pp: 356-372

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

حکمران کی برطرفی کے بنیادی اصول: اہلِ کتاب اور اسلام کی تعلیمات کا تقابلی جائزہ

"Fundamental Principles of the Removal of a Rulers: A Comparative Analysis of the Doctrines of Ahl-e-Kitab and Islam

Usman Shafiq*
PhD Research Scholar (IUB)

ABSTRACT

The question of ruler's removal has long occupied a significant place in religious and political thought. Both Ahl-e-Kitab and Islam stress the sanctity of political order and prohibit rebellion against legitimate authority, permitting removal only under exceptional and well-defined circumstances. In the Judaic and Christian traditions, the removal of rulers was historically regarded as the prerogative of religious or elite authorities rather than the general populace, as reflected in biblical accounts and medieval ecclesiastical practices. Similarly, Islamic teachings strictly forbid violent insurrection, even in cases of tyranny or injustice, while acknowledging the possibility of ruler removal through legitimate, collective, and lawful procedures. Nevertheless, the Qur'an, the Sunnah, and the juristic legacy of early Muslim scholars provide a more systematic and comprehensive framework, outlining both the principles of obedience and the legitimate grounds for removal. Hence, while the two traditions converge on fundamental principles, Islam offers a more detailed, structured, and nuanced perspective on the matter.

***Keywords**: Politics, Removal of rulers Ahl-e-Kitab, Political authority, Fundamental, Principles*

تمہید:

حکمران کی تعین یا عوام کی طرف سے اس کو منتخب کرنے کے بعد اسے برطرف کرنا حکومت و امارت کے باب میں ایک اہم اور حساس مسئلہ ہے، معاشرتی نظم و نسق، عدل و انصاف کا قیام، اور عوامی بہبود کا انحصار براہِ راست حکمران کے کردار اور طرزِ حکمرانی پر ہوتا ہے۔ تاہم جب کوئی حکمران صریحاً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے یا اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے غفلت برتے، عدل و انصاف کے تقاضوں کو پامال کرے یا عوامی اعتماد کھو بیٹھے، تو اس کی برطرفی ایک ناگزیر مسئلہ بن جاتی ہے۔ تاریخِ انسانیت میں اہلِ کتاب کی مذہبی تعلیمات اور اسلامی تعلیمات، دونوں نے اس پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ حکمران کی برطرفی کن اصولوں اور شرائط کے تحت ممکن ہے۔

اہلِ کتاب میں یہ تصور زیادہ تر ملوکیت اور مذہبی پیشوائیت کے پس منظر میں سامنے آتا ہے، جہاں حکمران کے زوال کو خدائی رضا یا عوامی بغاوت سے تعبیر کیا گیا۔ جبکہ اسلام نے اس معاملے کو ایک واضح ضابطے کے تحت بالتفصیل بیان کیا، جس میں حکمران کی اطاعت اور اس کی برطرفی کے

اصول متوازن طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں حکمران کی اطاعت کو معاشرتی امن کے لیے لازم قرار دیا گیا ہے، وہیں اس کی معزولی کے بھی مخصوص اصول و شرائط بیان کیے گئے ہیں اور اس معاملہ کو عوام کے سپرد کرنے کی بجائے اہلِ دانش خواص کی ذمہ داری ٹھہرایا ہے، تاکہ معاشرہ انتشار و خانہ جنگی سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور میں جب کسی بھی شخص کو کسی صوبہ کا گورنر بنا کر بھیجا گیا، تو انتظامی مصلحت کے طور پر یا اس کی شکایت آنے پر آپ ﷺ یا بعد میں خلفاء نے اسے عہدہ سے برطرف کر کے اس کی جگہ نئے گورنر یا امیر کو تعینات کیا ہے اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اگر حکمران واضح کفر کا ارتکاب کرے تو اس سے برطرفی کا مطالبہ کیا جائے گا، نہ کہ محض ظالم یا فاسق و فاجر ہونے پر، بلکہ ایسی صورت میں اس کو نصیحت کی جائے گی اور اصلاح کا فریضہ سر انجام دیا جائے گا۔ یہ غلط فہمی بعض مغربی مفکرین کی جانب سے لوگوں میں ڈالی گئی کہ اسلام میں اگر کوئی ایک حکومت قائم ہو جائے تو اس کو معزول کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، ان کی یہ رائے حقیقت کے موافق نہیں بلکہ جہاں کسی گورنر، عمال یا حاکمِ وقت کی حکومت قائم کرنے کا طریقہ کار بتایا گیا ہے وہاں حکومت کی برطرفی سے متعلق سیر حاصل اسلامی تعلیمات مذکور ہیں، جنہیں ذیل میں سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

1۔ حکمران کے خلاف خروج کی ممانعت

شرعی اصطلاح میں "خروج" ایک لفظ ہے جو مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے، اور ان پر مختلف احکام لاگو ہوتے ہیں، یہاں اصطلاحاً خروج سے مراد مسلمان حکمران کی حکمرانی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے اس کے خلاف زبان سے یا مسلح جدوجہد کرنا ہے۔ حالات کے مختلف ہونے کی بنا پر یہ عمل کبھی حرام اور کبیرہ گناہ ہو سکتا ہے، یا کبھی جائز اور واجب ہو سکتا ہے، اس لیے بغیر کسی دلیل کے اس کا بیان کرنا ممنوع ہے۔ اس عمل یا تحریک کا براہ راست اثر حکمران پر پڑتا ہے۔ اور خروج بطورِ اصطلاح مسلم حکمران کے خلاف بغاوت کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس کی ممانعت کی بابت اہلِ کتاب میں مختصر جبکہ اسلام کی شرعی نصوص کی روشنی میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔

اہلِ کتاب

حکومت کے خلاف حضرت داؤدؑ کا خروج کرنے سے انکار

کتابِ مقدس عہد نامہ قدیم کے مطابق ساؤل اور داؤد کے درمیان اختلافات رونما ہوئے، یہ اختلاف لڑائی کی شکل اختیار کر گئے، داؤد کے ساتھیوں نے کئی بار یہ موقع پایا کہ ساؤل اور اس کے ساتھیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں بآسانی قتل کیا جا سکتا تھا، لیکن داؤد نے اس اقدام سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی اس سے روکا۔ تو یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ حکمران سے اختلاف سہی مگر اس کے خلاف خروج یا بغاوت سے گریز کرنا اہلِ کتاب کی تعلیمات میں سے ہیں۔ کتاب مقدس میں یوں ذکر ہے:

> اور اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ خُداوند نہ کرے کہ مَیں اپنے مالک سے جو خُداوند کا مُسوح ہے اَیسا کام کروں کہ اپنا ہاتھ اُس پر چلاؤں اِسلئے کہ خُداوند کا مسُوح ہے۔ سو داؤد نے اپنے لوگوں کو یہ باتیں کہہ کر روکا اور ان کو ساؤل پر حملہ کرنے نہ دیا اور ساؤل اٹھ کر غار سے نکلا اور اپنی راہ لی۔[1]

تشریح

میتھیو ہینری ان احکام کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> داؤد ساؤل کو نقصان نہ پہنچانے کے حق میں اپنے آپ کو اور اپنے لوگوں کو بہت مضبوط دلیل دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ سے کہتا ہے خُدا نہ کرے۔۔۔ کہ میں ایسا کام کروں۔ اب وہ ساؤل کو اپنا دشمن نہیں بلکہ خُدا کا ممسوح گردانتا ہے۔ یعنی ایسا شخص جسے خدا نے زندگی بھر سلطنت کرنے کے لئے مسح کیا تھا اور جو اس لحاظ سے خُدا کی شریعت کی پناہ میں تھا۔ اس نے اپنے

خادموں کو دلیل دی اور اس نے ان کو روکا اور ان کو ساؤل پر حملہ کرنے نہ دیا۔ یوں اس نے بُرائی کے بدلے بھلائی کی۔ اس بات میں وہ مسیح کا نظیر ہوا جس نے اپنے ستانے والوں کو نجات دی اور یوں وہ (داؤد) سارے مسیحیوں کے لئے نمونہ ٹھہرا۔ وہ ساؤل کے پیچھے پیچھے غار سے باہر نکلا۔ اگرچہ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے قتل تو نہیں کیا، لیکن کوشش کی کہ ممکن ہو تو اس کی دشمنی کو قتل کر ڈالے اور اسے قائل کر دے کہ جیسا تو سمجھتا ہے میں ویسا آدمی نہیں ہوں۔[2]

قیصر کے خلاف مزاحمت نہیں بلکہ مفاہمت

جنابِ مسیحؑ کے دور میں قیصر حاکمِ وقت تھا، مسلمان نہیں بلکہ کافر تھا، لیکن اس کے کافر ہونے کے باوجود کتابِ مقدس عہد نامہ قدیم کی روشنی میں جو تعلیمات مذکور ہیں ان کے مطابق مسیحؑ نے اس کے خلاف بغاوت یا خروج کی بجائے، اس سے مفاہمت کے ساتھ چلنے کا حکم دیا اور کہا کہ جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا حق ہے وہ اسے ادا کرو۔ بلکہ حکمران کے خلاف خروج یا بغاوت کو خدا کی بغاوت قرار دیا گیا۔ چنانچہ کتابِ مقدس میں مذکور ہے:

جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خُدا کا ہے خُدا کو ادا کرو۔[3]

پَس جو کوئی حکُومت کا سامنا کرتا ہے وہ خُدا کا اِنتظار کا مُخالِف ہے اور جو مُخالِف ہیں وہ سزا پائیں گے۔[4]

تشریح

تفسیر الکتاب میں ان فقرات کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

اور جو حکومتیں موجود ہیں اُن کی شکل وصورت کچھ بھی ہو ان کا طریقہ کار کچھ بھی ہو وہ سب خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہ پورا نظام خدا کی طرف سے ہے اور اسی طرح سے قبول کر کے اور اس کی تابع فرمانی کرنی چاہئے چنانچہ جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خُدا کے انتظام کا مخالف ہے۔ حاکم اور حکومتیں "خُدا کا انتظام ہیں۔ یہ اُس کا ضابطہ اور آئین ہیں۔ یہ بہت بڑا قانون (شریعت) اور بہت بڑی برکت ہیں۔ جو حکومتوں کی حقارت کرتا ہے وہ خُدا کی حقارت کرتا ہے۔ سیاسی حاکموں کو یہاں بار بار خُدا کے خادم کہا گیا ہے۔ سیاسی حاکم ایک خاص لحاظ سے خدا کے خادم ہیں۔ جو رتبہ اور وقار انہیں حاصل ہے وہ ادائیگی فرض کا تقاضا کرتا ہے اور ہم سے تابع فرمانی کا تقاضا کرتا ہے۔ وہ ہمارے حاکم اور آقا ہیں مگر خدا کے خادم ہیں۔[5]

اہلِ کتاب تعلیمات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ حکمران کی معزولی یا حکومت کی برطرفی کے لئے خدا تعالیٰ کی بذریعہ انبیاء اس نظام کے علاوہ اور کوئی نظام مذکور اور نہیں اور یہودیت و مسیحیت دونوں کے ہاں واضح مثالیں موجود ہیں کہ اپنے حکمران کے خلاف خروج یا بغاوت کرنے کی بجائے اس کی اصلاح اور مشکلات پر صبر کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اسلام:

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں بھی یہ بات بالکل واضح ہے کہ حکمران کے خلاف کسی بھی صورت بغاوت خروج سے اجتناب کیا جائے گا اگر حکمران فاسق ہے تو اصلاح اور اگر ظالم ہے تو اس کے ظلم پر صبر کیا جائے گا۔ ذیل میں آیت واحادیث پیش کی جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ"[6]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اولی الامر کی بھی۔"

اس آیت میں "اولی الامر" سے مراد حکمران و ذمہ داران ہیں۔ مفسرین نے واضح کیا ہے کہ حکمران اگر نافرمانی کا حکم نہ دے تو اس کی اطاعت لازم ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں:

"ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہم نیک و بد ہر حال میں سمع و طاعت کریں گے اور اس امر میں حکمران سے جھگڑا نہ کریں گے، مگر یہ کہ تم اس کے اندر کھلا کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل ہو۔"[7]

اس حدیث سے واضح ہے کہ صرف حکمران کی بداعمالی، ظلم یا ذاتی ناپسندیدگی کی بنیاد پر خروج جائز نہیں۔

یعنی اسلام کا اصول یہ ہے کہ حکمران کے خلاف خروج معاشرے میں فتنہ و انتشار کا سبب بنتا ہے، اس لیے ممنوع ہے، الا یہ کہ وہ دین کے بنیادی اصولوں کا انکار کرے اور اس کی برطرفی سے متعلق تفصیلی بحث ذیل میں آئے گی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اپنے امیر کی کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو صبر کرے، کیونکہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر الگ ہوا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔"[8]

اگر حکمران ظلم کرے تو بھی اس پر صبر کیا جائے گا اور اس کے خلاف خروج و بغاوت کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے

قلت: يا رسول الله، إنا كنا بشر فجاء الله بخير فنحن فيه، فهل من وراء هذا الخير شر؟، قال: نعم، قلت: هل وراء ذلك الشر خير؟، قال: نعم، قلت: فهل وراء ذلك الخير شر؟، قال: نعم، قلت: كيف؟، قال: يكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي، ولا يستنون بسنتي، وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان إنس، قال: قلت: كيف اصنع يا رسول الله، إن ادركت ذلك؟، قال: تسمع وتطيع للامير، وإن ضرب ظهرك، واخذ مالك فاسمع واطع.[9]

میں نے عرض کی: اللہ کے رسول ﷺ! ہم شر میں مبتلا تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر عطا فرمائی، ہم اس خیر کی حالت میں ہیں، کیا اس خیر کے پیچھے شر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" میں نے عرض کی: کیا اس شر کے پیچھے خیر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔" میں نے پوچھا: کیا اس خیر کے پیچھے پھر شر ہو گا؟ فرمایا: "ہاں۔" میں نے پوچھا: وہ کس طرح ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ایسے امام (حکمران اور رہنما) ہوں گے جو زندگی گزارنے کے میرے طریقے پر نہیں چلیں گے اور میری سنت کو نہیں اپنائیں گے اور جلد ہی ان میں ایسے لوگ کھڑے ہوں گے جن کی وضع قطع انسانی ہو گی، دل شیطانوں کے دل ہوں گے۔ (حضرت حذیفہ نے) کہا: میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! اگر میں وہ زمانہ پاؤں (تو کیا کروں)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: امیر کا حکم سننا اور اس کی اطاعت کرنا، چاہے تمہاری پیٹھ پر کوڑے مارے جائیں اور تمہارا مال چھین لیا جائے پھر بھی سننا اور اطاعت کرنا۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " سَتَكُونُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ "، وَتَابَعَ، قَالُوا: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ، قَالَ: لَا مَا صَلَّوْا.[10]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جلد ہی ایسے حکمران ہوں گے کہ تم انہیں (کچھ کاموں میں) صحیح اور (کچھ میں) غلط پاؤ گے۔ جس نے (ان کی رہنمائی میں) نیک کام کیے وہ بری ٹھہرا اور جس نے (ان کے غلط کاموں سے) انکار کر دیا وہ بچ گیا لیکن جو ہر کام پر

راضی ہوا اور (ان کی) پیروی کی (وہ بَری ہوا نہ بچ سکا۔)" صحابہ نے عرض کی: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں جنگ نہ کرو۔

مسلم حکام کے خلاف خروج اور آئمہ سلف

امام ابو حنیفہؒ کا موقف

ظالم وفاسق مسلمان حکمران کے خلاف خروج کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے کیا تھی؟ امام طحاوی کی کتاب العقیدۃ الطحاویہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کا نقطہ نظر، ظالم وفاسق حکمران کے خلاف عدم خروج کا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

هذا ذكر بيان عقيدة أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة : أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي وأبي يوسف يعقوب بن براهيم الأنصاري وأبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني رضوان الله عليهم أجمعين وما يعتقدون من أصول الدين ويدينون به رب العلمين ولا نرى الخروج على اتمتنا وولاة أمورنا وان جاروا ولا ندعوا عليهم ولا تنزع يدا من طاعتهم ونرى طاعتهم من طاعة الله عز وجل فريضة ما لم يأمروا بمعصية وتدعوا لهم بالصلاح والمعافاة.[11]

یہ فقہائے ملت امام ابو حنیفہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ اجمعین کے مذہب پر اہل سنت والجماعت کے عقائد کا بیان ہے اور یہ ائمہ حضرات جن اصول دین کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کو رب العالمین کا دین قرار دیتے تھے۔ یہ (رسالہ) ان عقائد و اصولوں کا بیان ہے۔ اور ہم اپنے مسلمان حکمرانوں اور امراء کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ اور ہم ایسے حکمرانوں کے خلاف بد دعا بھی نہیں کرتے اور نہ ہی ان کی اطاعت سے ہاتھ کھینچتے ہیں اور ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت میں شمار کرتے ہیں کہ جس کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے جب تک کہ یہ حکمران کسی گناہ کا حکم نہ دیں اور ہم ان کی اصلاح اور معافی کی دعا کرتے ہیں۔

امام مالکؒ کا قول

کچھ لوگوں نے علم ضائع کر کے زیادہ عبادت کی کوشش کی اور امت محمد پر خروج علم ح کیا، حالانکہ اگر وہ علم کو تلاش کرتے تو وہ انہیں اس کام سے روک دیتا۔[12]

امام احمد بن حنبلؒ کا قول

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دور میں خلیفہ مامون نے کفریہ عقیدہ خلقِ قرآن کو نافذ کر رکھا تھا، اس نے امام صاحب پہ ظلم کے پہاڑ گرائے، جیل بھیجا اور کوڑے مارے گئے۔ لیکن امام صاحب نے صبر کیا، نہ تو خروج کا فتوی دیا اور نہ ہی کفریہ عقیدہ خلق قرآن کے حق میں کوئی فتوی دیا۔ حق بات پر ڈٹے رہے اور ظلم و جبر کا جواب خروج کی بجائے صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دیا۔ اس خلیفہ کے خلاف جب خرمیوں نے بغاوت کی تو امام احمدؒ نے اسے باغی قرار دیا اور ان کے خلاف قتل کا فتوی بھی دیا۔[13]

امام ابن تیمیہؒ کا قول: تاریخ اسلامی میں جب بھی خروج ہوا ہے تو اس سے پیدا ہونے والا شر اور فتنہ خیر سے کہیں زیادہ تھا۔[14]

2۔ حکومت کی برطرفی خواص کی ذمہ داری

اہل کتاب: اہلِ کتاب کے حکمران کی برطرفی اللہ تعالی کی رضا کے خلاف کام کرنے میں ہے اور اس کا ایک ہی طریقہ ملتا ہے کہ اللہ تعالی ہی کی طرف سے حکمران کو بذریعہ نبی معزول کر دیا جائے۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ حکمران کو برطرف کرنے کی ذمہ داری کسی عوامی ہجوم کی نہیں بلکہ خواص کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

ساؤل (طالوت) کی بادشاہت سے برطرفی

بنی اسرائیل کے مطالبہ پر سموئیل نبی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساؤل کا انتخاب کیا تو کچھ عرصہ بعد خدا کی نافرمانی کرنے پر ان کو معزول کرنے کا ذکر بھی کتابِ مقدس میں ملتا ہے۔ ساؤل نے خدا کی نافرمانیاں کیں جن کی وجہ سے اسے مسترد کر دیا گیا اور اس کی جگہ پر داؤد کو سموئیل نبی نے بادشاہت کے لئے مسح کیا۔ ساؤل کی پہلی نافرمانی یہ تھی کہ اس نے خدا کی مخالفت کرتے ہوئے اگاگ بادشاہ کو زندہ رکھا اور مالِ غنیمت کو تباہ کرنے بجائے محفوظ رکھا۔ چنانچہ کتابِ مقدس میں یوں ذکر ہے:

ساؤل نے عمالیقیوں کو حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے ہے مارا۔ اور عمالیقیوں کے بادشاہ اجاج کو جیتا پکڑا اور سب لوگوں کو تلوار کی دھار سے نیست کر دیا۔ لیکن ساؤل نے اور اُن لوگوں نے اجاج کو اور اچھی اچھی بھیڑ بکریوں گائے بیلوں اور موٹے موٹے بچّوں اور برّوں کو اور جو کچھ اچھّا تھا اُسے جیتا رکھّا اور اُن کو نیست کرنا نہ چاہا لیکن اُنہوں نے ہر ایک چیز کو جو ناقص اور نکمّی تھی نیست کر دیا۔[15]

اس نافرمانی کے بعد خداوند نے ساؤل کو بادشاہت سے برطرف کر دیا اور بذریعہ سموئیل داؤد کو مسح کیا۔ چنانچہ کتابِ مقدس میں مذکور ہے:

سموئیل نے ساؤل سے کہا مَیں تیرے ساتھ نہیں لَوٹوں گا کیونکہ تُو نے خُداوند کے کلام کو ردّ کیا ہے اور خُداوند نے تجھے ردّ کیا کہ اِسرائیل کا بادشاہ نہ رہے۔ اور جیسے ہی سموئیل جانے کو مُڑا ساؤل نے اُس کے جُبّہ کا دامن پکڑ لیا اور وہ چاک ہو گیا۔ تب سموئیل نے اُس سے کہا خُداوند نے اِسرائیل کی بادشاہی تجھ سے آج ہی چاک کر کے چھین لی اور تیرے ایک پڑوسی کو جو تجھ سے بہتر ہے دے دی ہے۔ اور جو اِسرائیل کی قوّت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا اور نہ پچھتاتا ہے کیونکہ وہ اِنسان نہیں ہے کہ پچھتائے۔[16]

اسی طرح مسیحیت کے ہاں ابتدا میں حکمران کی اطاعت پر زور دیا گیا، لیکن کلیسائی تاریخ میں پوپ کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر بادشاہ مذہبی اصولوں کی خلاف ورزی کرے تو پوپ اسے معزول قرار دے سکتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال گیارہویں صدی کی Investiture Controversy ہے، جب پوپ گریگوری ہفتم (1073–1085) نے جرمنی کے شہنشاہ ہنری چہارم کو 1076ء میں کلیسا سے خارج (Excommunication) کرتے ہوئے معزول (Deposed) قرار دیا۔ پوپ نے اعلان کیا کہ ہنری اب عیسائی رعایا پر حکمرانی کا حق کھو چکا ہے، لہٰذا عوام اس کی اطاعت کے پابند نہیں رہے۔ بعد ازاں 1077ء میں ہنری کو پوپ کے حضور "Canossa" میں معافی طلب کرنا پڑی۔[17]

اسلام: اسلامی تعلیمات میں اگر کوئی گورنر یا حکمران اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کرے یا بلاوجہ بھی اسے معزول کرنے کی بابت تعلیمات کا بالتفصیل ذکر ملتا ہے۔ اگر کسی حکمران یا گورنر کو معزول کیا بھی گیا ہے، تو یہ ذمہ داری عامة الناس نے ادا نہیں کی بلکہ خلیفہ وقت کے حکم سے یہ اہم کام سرانجام دیا گیا۔ دراصل اسلامی ممالک کے امن وامان کو خراب کرنے کے لئے دورِ خلفاء راشدین سے ہی مخالفین اسلام کی طرف سے خفیہ سازشوں کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے میدانوں کی جنگ ہارنے کے بعد فکری و نظریاتی جنگ مسلم امۃ پر مسلط کرنا چاہی اور اس کا پہلا ہدف وقت کے حکمران کو بنایا۔ سب سے پہلے حکمران کے متعلق تنقید کی راہ ہموار کر کے لوگوں کی ذہن سازی کی گئی اور پھر اس کے بعد اس تنقید کی آڑ میں عوام کو اپنے حکمران پر الزامات لگانے کے لئے کھڑا کیا گیا۔ جب پراپیگنڈا اپنے عروج کو پہنچ گیا، تو خروج وبغاوت کی راہ دکھلا کر مسلم ممالک کو داخلی انتشار میں بآسانی مبتلا کیا گیا۔ اس کی ایک واضح مثال حضرت عثمان بن عفان ہیں، کہ جن کے متعلق کوفہ سے بصرہ اور بصرہ سے شام آنے جانے والے لوگوں کے درمیان اس دور کے ذرائع ابلاغ کے ذریعے لوگوں کو ان کے خلاف بددل کر کے اکسایا گیا اور پھر مدینۃ منورہ دارالخلافہ بھیج کر ان باغیوں کے ہاتھوں خلیفہ ثالث حضرت عثمان کی المناک شہادت کروائی گئی۔ سو اسلام نے اس انتہائی حساس مسئلہ میں عوام کو

خبر دار کیا ہے اور ان کی تربیت کرتے ہوئے انہیں ایک بنیادی اصول دیا گیا ہے کہ اگر اس طرح کی نوبت آ بھی جائے تو یہ کام صاحبِ اختیار سر انجام دیں گے، نہ کہ عامۃ الناس۔ اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں۔

مثال نمبر 1: دورِ نبوت ﷺ- دورِ رسالت مآب ﷺ میں جہاں آپ ﷺ کی طرف سے صحابہ کرام کو مختلف علاقوں میں مہمات سر کرنے کے لئے تعینات کیا گیا، وہیں انہیں ان ذمہ داریوں سے معزول بھی کیا گیا۔ اور پُر لطف بات یہ ہے کہ کسی خیانت یا گناہ کی وجہ سے کسی کو بر طرف کرنے کی کوئی ایک مثال بھی نہیں ملی، البتہ انتظامی مصلحتوں کے پیشِ نظر آپ ﷺ ذمہ داریوں میں تبدیلیاں فرماتے، تاکہ اس نظامِ حکومت کو بہترین اور مزید مؤثر بنایا جا سکے۔

مثال نمبر 2: دورِ خلفاء راشدینؓ- حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنہیں کوفہ کا گورنر تعینات کیا گیا تھا، ان کی شکایت دار الخلافہ میں پہنچائی گئی، سو آپ نے حضرت سعد کو فوراً معزول کر کے ان کی جگہ نئے گورنر کو مقرر کیا اور ان کی تحقیق کروائی، بعد از تحقیق حضرت سعدؓ بے گناہ ثابت ہوئے اور الزام لگانے والا شخص جھوٹ بولنے کی بناء پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا مستحق ٹھہرا۔ حضرت جابر بن سمرةؓ سے مروی ہے:

شَكَا أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّارًا فَشَكَوْا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: يَا أَبَا إِسْحَاقَ، إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي، قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أُصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخْرِمُ عَنْهَا أُصَلِّي صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكُدُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخِفُّ فِي الْأُخْرَيَيْنِ، قَالَ: ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا إِسْحَاقَ، فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رِجَالًا إِلَى الْكُوفَةِ فَسَأَلَ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدَعْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيُثْنُونَ مَعْرُوفًا، حَتَّى دَخَلَ مَسْجِدًا لِبَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ قَالَ: أَمَّا إِذْ نَشَدْتَنَا فَإِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ، قَالَ سَعْدٌ: أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُوَنَّ بِثَلَاثٍ، اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً فَأَطِلْ عُمْرَهُ وَأَطِلْ فَقْرَهُ وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ، وَكَانَ بَعْدُ إِذَا سُئِلَ يَقُولُ شَيْخٌ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ، قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ: فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدُ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ، وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطُّرُقِ يَغْمِزُهُنَّ۔ [18]

اہل کوفہ نے سعد بن ابی وقاص کی عمر فاروق سے شکایت کی۔ اس لیے عمر نے ان کو معزول کر کے عمار کو کوفہ کا حاکم بنایا، تو کوفہ والوں نے سعد کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ وہ تو اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے۔ چنانچہ عمر نے ان کو بلا بھیجا۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ اے ابو اسحاق! ان کوفہ والوں کا خیال ہے کہ تم اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے ہو۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں تو انہیں نبی کریم ﷺ ہی کی طرح نماز پڑھاتا تھا، اس میں کوتاہی نہیں کرتا عشاء کی نماز پڑھاتا تو اس کی دو پہلی رکعات میں (قرآت) لمبی کرتا اور دوسری دو رکعتیں ہلکی پڑھاتا۔ عمر نے فرمایا کہ اے ابو اسحاق! مجھ کو تم سے امید بھی یہی تھی۔ پھر آپ نے سعد کے ساتھ ایک یا کئی آدمیوں کو کوفہ بھیجا۔ قاصد نے ہر ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا۔ سب نے آپ کی تعریف کی لیکن جب مسجد بنی عبس میں گئے۔ تو ایک شخص جس کا نام اسامہ بن قتادہ اور کنیت ابو سعدہ تھی کھڑا ہوا۔ اس نے کہا کہ جب آپ نے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے تو (سنیے کہ) سعد نہ فوج کے ساتھ خود جہاد کرتے تھے، نہ مال غنیمت کی تقسیم صحیح کرتے تھے اور نہ فیصلے میں عدل و انصاف کرتے تھے۔ سعد نے (یہ سن کر) فرمایا کہ اللہ کی قسم میں (تمہاری اس بات پر) تین دعائیں کرتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور صرف ریا و نمود کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر دراز کر اور اسے خوب محتاج بنا اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد (وہ شخص اس درجہ بد حال ہوا کہ)

جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا کہ ایک بوڑھا اور پریشان حال ہوں مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی۔ عبد الملک نے بیان کیا کہ میں نے اسے دیکھا اس کی بھویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آگئی تھی۔ لیکن اب بھی راستوں میں وہ لڑکیوں کو چھیڑتا۔

حکمران کی معزولی کے اسباب

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب تک حکمران یا امیر اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرتا ہے اور اپنی رعایا کے معاملات کو منصفانہ طریقے سے چلانے کی صلاحیت رکھتا ہے، تو اسے ہٹانا یا اس کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں، بلکہ اسلام نے ایسے لوگوں کو تنبیہ کی ہے اور خیانت کرنے والوں کو قیامت کے دن جوان دہی کا شدید احساس دلایا ہے۔ کیونکہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کامل ہے اور وہ ہر قسم کی خطا و عیب سے بہت پاک ہے، جبکہ ہر انسان خطا کا پتلا ہے اور بہترین خطاکار وہ لوگ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔ چونکہ حکومت و امارت ایسے بڑے معاملات ہیں جو مسلمانوں کی اجتماعی زندگیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، دینی اور دنیوی امور اسی نظام سے وابستہ ہیں، سو اسلامی تعلیمات میں کچھ ایسے اسباب کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ پائے جاتے ہیں تو وہ حکومت یا حکمران کی معزولی کا سبب بن سکتے ہیں۔ ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

الف۔ کفر وارتداد کا ارتکاب

حکمران کی برطرفی اور مسلمانوں کے معاملات کے انتظام سے ہٹانے کی پہلی اور بڑی وجہ ایمان کے بعد ارتداد اور کفر ہے، اہلِ کتاب میں بھی ساؤل کی برطرفی کا سبب اللہ تعالیٰ کی بغاوت و نافرمانی ہی بنا جیسا کہ گزشتہ نکتہ میں یہ بات ذکر کر دی گئی ہے۔ اگر امام کسی ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کرتا ہے جو دین سے ارتداد اور کفر کا باعث بنتا ہے، تو وہ مسلمانوں کے معاملات کے انتظام سے الگ تھلگ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ لَنْ جْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا [19]

اور اللہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔

اور امامت کے راستے سے بڑا کون سا راستہ ہے؟ سو وہ صرف ایمان والوں کے لئے خاص ہے اور کسی کے لئے نہیں۔

اسی طرح حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے:

فَقَالَ فِيمَا أَخَذَ عَلَيْنَا: أَنْ بَايَعَنَا عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي مَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَعُسْرِنَا وَيُسْرِنَا، وَأَثَرَةً عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ۔[20]

جن باتوں کا نبی کریم ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا ان میں یہ بھی تھا کہ خوشی و ناگواری، تنگی اور کشادگی اور اپنی حق تلفی میں بھی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور یہ بھی کہ حکمرانوں کے ساتھ حکومت کے بارے میں اس وقت تک جھگڑا نہ کریں جب تک ان کو اعلانیہ کفر کرتے نہ دیکھ لیں۔ اگر وہ اعلانیہ کفر کریں تو تم کو اللہ کے پاس سے دلیل مل جائے گی۔

پس ان دلائل سے واضح ہوا کہ مسلمانوں پر کافر حکمران کسی بھی صورت میں حکومت نہیں کر سکتا، سو اگر کوئی شخص اعلانیہ کافر و مرتد ہو جائے یا کوئی ایسا واضح کفر کرے جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دے تو اہلِ علم اور صاحبِ اختیار لوگ اس معاملہ کی مکمل جانچ پڑتال کے بعد اس کو اس عہدہ سے برطرف کر دیں۔

ب۔ تارک صلاۃ اور نماز نہ پڑھنے کی دعوت دینا:

حکومت کی برطرفی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ حکمران نماز جیسے عمل پر ایمان نہ رکھتے ہوئے اسے چھوڑ دے اور لوگوں کو بھی نماز نہ پڑھنے کی طرف دعوت دے۔ بعض اہلِ علم کے نزدیک نماز کا ترک اگر وہ اس کا منکر ہو کر تارک بنے تو یہ کفر ہے اور بعض کے نزدیک یہ

فسق ہے بشرطیہ کہ وہ نماز کا منکر بھی نہیں اور نہ ہی وہ اس کے ترک کی طرف بلاتا ہو۔ اب ان سے متعلق احادیث کو ذکر کیا جاتا ہے۔ اور وہ بطورِ دلیل درج ذیل حدیث پیش کرتے ہیں۔

عوف بن مالک سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

خيار ائمتكم الذين تحبونهم ويحبونكم، وتصلون عليهم ويصلون عليكم، وشرار ائمتكم الذين تبغضونهم ويبغضونكم، وتلعنونهم ويلعنونكم، قالوا: قلنا يا رسول الله، افلا ننابذهم عند ذلك؟، قال: لا، ما اقاموا فيكم الصلاة، لا ما اقاموا فيكم الصلاة الا من ولي عليه، وال فرآه ياتي شيئا من معصية الله، فليكره ما ياتي من معصية الله، ولا ينزعن يدا من طاعة۔ [21]

تمہارے بہترین امام (حکمران) وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں، تم ان کے لیے دعا کرو اور وہ تمہارے لیے دعا کریں۔ اور تمہارے بدترین امام وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور تم ان پر لعنت کرو اور وہ تم پر لعنت کریں۔" (حضرت عوف بن مالک نے) کہا: صحابہ نے عرض کی: کیا ہم ایسے موقع پر ان کا ڈٹ کر مقابلہ نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں، جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں، نہیں، جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں، سن رکھو! جس پر کسی شخص کو حاکم بنایا گیا، پھر اس نے اس حاکم کو اللہ کی کسی معصیت میں مبتلا دیکھا تو وہ اللہ کی اس معصیت کو برا جانے اور اس کی اطاعت سے ہر گز ہاتھ نہ کھینچے۔

ج۔ خدا کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنا

حکمران کی معزولی کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اگر حکمران اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین واحکامات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو اسے بھی معزول کرنا چاہیئے۔ اس میں بھی قرآن مجید کی آیات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اہلِ علم نے یہ صورتیں بیان کی ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر بھی کہا، ظالم اور فاسق بھی قرار دیا ہے۔ تو اگر حکمران اللہ تعالیٰ کی شریعت کا کلیۃً انکاری ہے تو پھر یہ کفر کے درجہ پر آئے گا اور اسے ہٹانا لازم ہے اور اگر وہ اسے مانتا تو ہے لیکن اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے سستی یا مداہنت کا شکار ہوتا ہے تو پھر وہ ظالم وفاسق کے درجہ میں آتا ہے ایسی صورت میں اسے مسلسل نصیحت کرتے ہوئے، اصلاح کی بھرپور کوشش کی جائے۔ قرآن مجید کی آیات درج ذیل ہیں:

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ [22]

اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [23]

اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [24]

اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

تفسیر

حافظ عبد السلام بن محمدؒ ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

یہ خطاب یہود سے ہے، یعنی جب وہ جان بوجھ کر تورات کے فیصلے کو چھپاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہتے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ باوجود زبانی دعویٰ کرنے کے یہ کافر ہیں۔ مسلم حاکم پر کفر کا فتویٰ اسی وقت لگا سکتے ہیں جب وہ قرآن و حدیث کا انکار کرکے ان کے خلاف فیصلہ صادر کرے، ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر قرآن وحدیث کا

انکار تو نہیں کرتا مگر اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو یہ ظالم ہے۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہ نافرمان ہیں کہ انھوں نے اپنی کتاب میں اتراہوا اللہ کا حکم نہیں مانا۔[25]

اب اس حدیث کو ذکر کیا جائے گا کہ جن میں آپ ﷺ نے حکمران کی اطاعت کو کتاب اللہ کے مطابق فیصلے کرنے کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

سیدہ ام الحصینؓ سے مروی ہے:

يَخْطُبُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ وَهُوَ، يَقُولُ: وَلَوِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ يَقُودُكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا۔[26]

آپ ﷺ حجۃ الوداع کے دوران میں خطبہ دیتے ہوئے فرمارہے تھے، اگر تم پر ایک غلام کو حاکم بنایا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق تمہاری راہنمائی کرے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

د۔ گناہ و بدعت کا ارتکاب

اگر کسی حکمران سے گناہ، ناانصافی یا بدعت جیسی غلطی ہو جائے تو اہل السنۃ کے نزدیک اس کو نصیحت کی جائے گی اور اصلاح کی دعوت دی جائے گی ۔ جہاں تک معتزلہ کا تعلق ہے تو ان کے اصولِ خمسہ میں سے ایک اصول ہے کہ صاحب الکبائر منزلۃ بین المنزلتین پر چلا جاتا ہے۔ نہ تو وہ مسلمان رہتا ہے اور نہ ہی کافر، بلکہ درمیان میں اٹک جاتا ہے۔ تو جب وہ مسلمان یا مؤمن نہیں رہا تو اس کی امامت کا جواز باقی نہیں رہتا۔ اور اسی طرح خوارج کے عقائد میں سے بنیادی عقیدہ صاحب الکبائر مخلد فی النار یعنی کبیرہ گناہ کرنے والا دائمی جہنمی بن جاتا ہے، سو وہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے دائرہ کفر میں داخل کرتے ہوئے خروج وبغاوت کی راہ اپناتے ہیں۔ اس لئے ایسی ان صورتوں میں اگر حکمران میں یہ عیب پائے بھی جاتے ہیں تو اس کی معزولی کا اختیار پھر بھی عوام کے پاس نہیں بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔ ضوابطِ تکفیر کا اطلاق

اگر حاکمِ وقت صریحاً کفریہ عمل یا ارتداد کا مرتکب ہو تو، اس کے لئے سب سے پہلے اہلِ علم کی کمیٹی میں تکفیر معین کے ضوابط کے مطابق معاملہ زیرِ بحث آئے گا۔ تمام شرائط مثلاً جہالت، جبر، اکراہ یا تاویل وغیرہ اس میں دیکھی جائیں گی، اگر تو ان میں سے کوئی ایک بھی مانع موجود نہ ہو تو پھر اہلِ علم و اختیار اس پر حکم لگائیں گے، نہ کہ رعایا جذبات و اشتعال میں بغیر علم و فکر کے فیصلہ کرے گی۔

2۔ معین تکفیر سے پہلے تطہیر و اصلاح

اگر کسی مسلمان حکمران کے بے نمازی ہونے یا کسی بھی قسم کے عقائد و نظریات میں بگاڑ کا قوی یقین ہو تو اسکی تکفیر اور اسکے خلاف خروج سے پہلے اسکی تطہیر کی جائے گی۔ مثلاً علماء کی ایک جماعت اس کو نماز کے فضائل اور اس کو ترک کرنے کا گناہ سمجھائے گی اور اسے نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے گی۔ اگر پھر بھی حکمران نماز نہ پڑھنے پر مصر ہو تو اسے تنبیہ کی جائے کہ اب تمہارے خلاف مسلمانوں کا خروج فلاں احادیث کی بنیاد پر جائز ہے۔ بطور مثال مندرجہ ذیل واقعات پر غور کرتے ہیں، کہ جن میں آپ ﷺ نے بڑے گناہ ہونے کے باوجود دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی بجائے انہیں نصیحت کر کے حق بات بتلائی ہے۔ اگر عام مسلمان کے لئے اتنی احتیاط ہے تو حاکمِ وقت کے سے رعایا کے نفع و نقصان منسلک ہوتے ہیں تو انہیں تو لازماً پہلے نصیحت کی جائے۔

مثال 1: صحابہ کرامؓ کا بابرکت درخت کا مطالبہ

ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ إِلَى خُيْبَرَ، مَرَّ بِشَجَرَةٍ لِلْمُشْرِكِينَ، يُقَالُ لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ، يُعَلِّقُونَ عَلَيْهَا أَسْلِحَتَهُمْ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، اجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " سُبْحَانَ اللَّهِ، هَذَا كَمَا قَالَ قَوْمُ مُوسَى: اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ سورة الأعراف آية 138، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَرْكَبُنَّ سُنَّةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ [27]

جب رسول اللہ ﷺ حنین کے لیے نکلے تو آپ کا گزر مشرکین کے ایک درخت کے پاس سے ہوا جسے ذات انواط کہا جاتا تھا، اس درخت پر مشرکین اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے ا، صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئیے جیسا کہ مشرکین کا ایک ذات انواط ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "سبحان اللہ! یہ تو وہی بات ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ ہمارے لیے بھی معبود بنا دیجئیے جیسا ان مشرکوں کے لیے ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم گزشتہ امتوں کی پوری پوری پیروی کروگے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے، کہ اللہ رب العالمین کے مقابلہ میں نئے الٰہ کا مطالبہ بغاوت و شرک ہے، لیکن نبی ﷺ نے ان کی اصلاح فرمائی، نہ کہ ان پر فوراً فتوی کفر لگا کر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔

3۔ معزول کرنے کی استطاعت ہو

خروج سے پہلے استطاعت و اختیار دیکھنا بھی لازم ہے، کیا خروج کرتے ہوئے اتنی اہلیت موجود ہے کہ کامیابی حاصل ہو اور حاکم وقت معزول کیا جاسکے۔ اگر حاکم وقت کو معزول کرنے کی استطاعت نہ ہو تو خروج جائز نہیں۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لا يُكَلِّفُ الله نفساً إلا وسعها[28] اللہ کسی بھی جانے پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ اسی طرح فرمایا: فاتقو الله مااستطعتم [29] اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنی تم بساط رکھتے ہو۔

4۔ کفر پر تمام علماء کا اتفاق ہو

جس عمل کی وجہ سے کی تکفیر کی جا رہی ہو، اس کے کفر ہونے پر علماء کا اتفاق بھی ہو۔ محض ظن کی بنیاد پر یا صرف بعض علماء کے موقف کی بناء پر تکفیر حرام ہے، کیونکہ ایک ذمہ دار شخص کے نہ صرف ایمان بلکہ جان کا بھی مسئلہ ہے۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ فإن الصدق طمانينة وإن الكذب ريبة۔ [30]

شک والی چیز کو چھوڑ دو اور جس معاملے میں شک نہ ہو اسے لے لو۔ اور سچ میں اطمینان ہے اور جھوٹ شک (بے چینی) والی چیز ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی عمل کے کفریہ ہونے پر علماء میں اختلاف ہو جائے اور یوں معاملہ شک میں پڑ جائے تو اس صورت میں تکفیر و خروج سے اجتناب ضروری ہے۔

5۔ فتنہ وفساد کا خدشہ نہ ہو

خروج میں مسلمانوں کی بڑے پیمانے پر قتل وغارت، فتنہ وفساد اور امن وامان کی تباہی کی تیاری نہ ہو۔ ایسا نہ ہو ایک شر کو ختم کرنے کا ارادہ ہو اور الٹا اس سے بڑا شر وفساد کھڑا ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو ظالم بے نماز اور فاسق حکمران کو بھی برطرف کرنا جائز نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام جب طور سے واپس آئے اور قوم کو بچھڑے کی عبادت کرتے دیکھا تو ہارون علیہ السلام کو ڈانٹتے ہوئے کہا، قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر ہے:

قَالَ يَا هَارُونُ مَا مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوا أَلَّا تَتَّبِعَ أَفَعَصَيْتَ أَمْرِي قَالَ يَا ابْنَ أُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَن تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي[31]

تم نے جب دیکھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں تو کس چیز نے تمہارا ہاتھ پکڑا تھا کہ میرے طریقے پر عمل نہ کرو۔ کیا تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی۔ ہارون نے جواب دیا: "اے میری ماں کے بیٹے میری داڑھی نہ پکڑ اور نہ ہی میرے سر کے بال کھینچ، مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ تو آکر کہے گا: تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈالی اور میری بات کا پاس نہ کیا۔

اس واقعے میں حضرت ہارون علیہ السلام کے عمل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے قوم میں پھوٹ اور فتنہ وفساد کے ڈر سے خطرناک کفر و شرک کو ہاتھ سے نہ روکا اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کے اس عذر کو بعد ازاں قبول کیا۔

اسی طرح نبی ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوْا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ، فَقَالَ: لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ۔[32]

تمہیں معلوم نہیں کہ جب تمہاری قوم نے کعبہ کی (نئی) تعمیر کی تو کعبہ کی ابراہیمی بنیاد کو چھوڑ دیا۔ میں نے کہا: یارسول اللہ! پھر آپ ابراہیمی بنیادوں کے مطابق دوبارہ اس کی تعمیر کیوں نہیں کر دیتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم سے تمہیں پہنچنے والے شر کا مجھے خوف نہ ہو تو میں کعبہ کو ابراھیمی بنیادوں پر دوبارہ (گرا کر) تعمیر کروں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں:

خروج کی حرمت کا سبب ہی یہی ہے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی قتل وغارت کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

قال العلماء وسبب عدم انعزاله وتحريم الخروج عليه ما يترتب على ذلك من الفتن و اراقة الدماء وفساد ذات البين فتكون المفسدة في عزله أكثر منها في بقائه۔[33]

علماء نے کہا ہے کہ (ظالم وفاسق) حکمران کے معزول نہ ہونے کا سبب اور اس کے خلاف خروج کی حرمت کی علت یہ ہے کہ اس قسم کے خروج سے فتنے جنم لیں گے اور مسلمانوں کا خون بہایا جائے گا اور مسلمانوں میں باہمی فساد پیدا ہو جائے گا۔ پس حکمران کو معزول کرنے میں جو فساد ہے وہ اس کے باقی رہنے سے بڑھ کر ہے۔

ابن ابی العز الحنفیؒ نے لکھا ہے:

ایسے خروج سے صبر بہتر ہے کہ جس سے مسلمانوں میں فتنہ وفساد ہو۔

وأما لزوم طاعتهم و ان جا روا فلأنه يترتب على الخروج عن طاعتهم من المفاسد أضعاف ما يحصل من جورهم .[34]

اگر چہ وہ حکمران ظلم کریں، پھر بھی ان کی اطاعت لازم ہے یہ اس وجہ سے ہے کہ ان کی اطاعت سے نکل جانے میں جو فساد وبگاڑ ہے وہ اس فساد سے کئی گناہ زیادہ ہے جو ان کے ظلم کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔

حکومت یا حکمران کی برطرفی کے طریقے

اہل کتاب: حکمران بذریعہ انبیاء یا خاص اہل حل وعقد کی کمیٹی کے ذریعے برطرف کر دیا جائے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ساؤل کی مثال گزر چکی ہے۔

اسلام: حکومت یا حکمران کی برطرفی کے مختلف طریقے بھی اسلام کی شرعی نصوص سے ثابت ہیں کہ جن کے ذریعے کسی حکومت یا حکمران کو ہٹایا جا سکتا ہے، ذیل میں تین طریقے قلمبند کیے جائیں گے۔

1۔ حکمران بذاتہ مستعفی ہو جائے

اس کا تعلق مسلمانوں کے عمومی مفاد سے ہے، اگر حکمران یہ سمجھتا ہے کہ اس کی حکومت کے باقی رہنے میں کوئی امت کا فائدہ یا مصلحت ہے مثلاً فتنہ وفساد کو دبانا، دشمن کے حملہ کو ناکام بنانا وغیرہ تو اسے مستعفی نہیں ہونا چاہیے، جیسے حضرت عثمان بن عفانؓ کا عمل ہے اور اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے مسندِ اقتدار پر باقی رہنے میں متوقع مفاد سے زیادہ نقصان ہے تو اسے مستعفی ہو جانا چاہیے، جیسا کہ حضرت حسن ابنِ علیؓ کا عمل ہمارے لئے اسوۃ ہے۔

حضرت عثمان بن عفان کا عمل

جب باغی گروہ مدینۃ النبی ﷺ کا محاصرہ کر چکے تھے، تو ان کا اگلا ہدف بزورِ بازو خلیفۃ المسلمین حضرت عثمان بن عفان کو برطرف کرنا تھا، آپ نے ان سے خطاب کرکے وجہ پوچھی کہ مجھے کوئی سبب بتاؤ کہ جس کی بناء پر میرا خون بہانا تم پر جائز ہوا؟ تو جواب نفی میں تھا۔ سو آپ نے فیصلہ کیا کہ ایک طرف ساری امت ہے اور ایک طرف یہ مٹھی بھر باغی گروہ ہے تو ان کے مطالبہ پر اگر میں دستبردار ہو گیا تو یہ قیامت تک خیر کی بجائے شر کا باعث بنے گا اور ان کی نگاہ میں آپ ﷺ کے فرامین بھی تھے کہ جن میں رسولِ کریم علیہ السلام نے آپ کہ پیش گوئی کرتے ہوئے نصیحت فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ جو خلافت کی عباء آپ کو پہنائے گا اس کو اتارنا نہیں، اس لئے آپ نے مستعفی ہونے سے انکار کیا۔ اور باغیوں کے ظلم وتشدد پر تحمل سے کام لیا، درج ذیل روایات میں اس کی یوں وضاحت ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سیدہ عائشہ صدیقہ نے کہا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث نہ سناؤں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور سنائیں۔ تو وہ فرمانے لگیں کہ ایک دفعہ سیدنا عثمان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے:

يَا عُثْمَانُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَعَلَّهُ أَنْ يُقَمِّصَكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلا تَخْلَعْهُ۔

اے عثمان! عنقریب اللہ تعالیٰ تمھیں ایک قمیص پہنائے گا، اگر لوگ (یعنی منافقین) تم سے وہ قمیص اتروانا چاہیں تو تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔[35]

حضرت حسن ابنِ علیؓ کا عمل:

حضرت علی المرتضیٰ کی شہادت کے بعد جب آپ کے صاحبزادے حضرت حسن ابن علیؓ خلیفہ بنے تو اس وقت عالمِ اسلام کے حالات کچھ بہتر نہ تھے، باہمی جنگوں کے نقصانات، خوارج وشیعانِ علی کی اندرونی یلغار اور رومی افواج کا بیرونی دباؤ الغرض ان سب سے فتوحات کا سلسلہ تو رک گیا تھا لیکن جن علاقوں پر مسلمانوں کی حکومت قائم تھی وہ بھی خطرات میں تھی۔ سو ان حالات میں زھد وتقویٰ کے امام بنی ہاشم کے سردار حضرت حسن ابنِ علیؓ نے حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہونا طے کیا۔ چنانچہ دمشق کی جامع مسجد میں تقریب منعقد کی گئی چند شرائط پر آپ اپنے بھائی حضرت حسین ابنِ علیؓ اور ساتھیوں کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور یوں چار سال سے چلی آنے والی آزمائش کا خاتمہ ہوا اور امت دوبارہ فتوحات کی راہ پر گامزن ہوئی۔ اور آپ نبی کریم ﷺ کی اس پیش گوئی کے حقدار بنے، جس کا ذکر اس حدیث میں ہے ، حضرت ابو بکرۃؓ سے مروی ہے:

أَخْرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْحَسَنَ فَصَعِدَ بِهِ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَ:" ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.[36]

نبی کریم ﷺ حسنؓ کو ایک دن ساتھ لے کر باہر تشریف لائے اور منبر پر ان کو لے کر چڑھ گئے پھر فرمایا: میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

حضرت حسنؓ معاویہؓ کے حق میں مستعفی ہو کر نہ صرف امت کو ایک نقطہ پر دوبارہ جمع کر گئے بلکہ آپ ﷺ کی اس حدیث کے مصداق بنتے ہوئے امت کے سردار ٹھہرے۔ باوجود اس کے کہ ستر ہزار بندے آپ کے ساتھ لڑنے کے لئے تیار تھے۔

2۔ مسلح جدوجہد یا انقلاب کے ذریعے

حکومت یا حکمران کو معزول کرنے کا یہ سب سے خطرناک راستہ ہے اور یہ طرزِ عمل عام طور پر کھلے فساد کا باعث بنتا ہے اور یہ تمام خوارج گروہوں کا پسندیدہ راستہ ہے۔ مسلح جدوجہد کر کے حکمران کو ہٹانے سے جتنے فوائد نظر آتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ نقصانات ہیں۔ حکمران کے خلاف مسلح جدوجہد سے متعلق کئی ایک احادیث میں ممانعت بیان کی گئی ہے، چند ایک درج ذیل قلمبند کی جاتی ہیں۔

حدیث 1: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السِّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.[37]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے ہم مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم سے نہیں ہے۔

حدیث 2: ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " سَتَكُونُ أُمَرَاءُ فَتَعْرِفُونَ وَتُنْكِرُونَ، فَمَنْ عَرَفَ بَرِئَ وَمَنْ أَنْكَرَ سَلِمَ وَلَكِنْ مَنْ رَضِيَ "، وَتَابَعَ، قَالُوا: أَفَلَا نُقَاتِلُهُمْ، قَالَ: لَا مَا صَلَّوْا.[38]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جلد ہی ایسے حکمران ہوں گے کہ تم انہیں (کچھ کاموں میں) صحیح اور (کچھ میں) غلط پاؤ گے۔ جس نے (ان کی رہنمائی میں) نیک کام کیے وہ بَری ٹھہرا اور جس نے (ان کے غلط کاموں سے) انکار کر دیا وہ بچ گیا لیکن جو ہر کام پر راضی ہوا اور (ان کی) پیروی کی (وہ بَری ہوا نہ بچ سکا۔)" صحابہ نے عرض کی: کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں جنگ نہ کرو۔

3۔ عصرِ حاضر کے دیگر پرامن طریقے:

مندرجہ بالا کے علاوہ اور بھی راستے ہیں جن میں حل وعقد کے لوگ جنہوں نے ان سے بیعت کی ہے وہ حکمران کے پاس آئیں اور اسے اس کے انحراف کے خلاف نصیحت کریں اور ایک مدت تک اس امید پر کہ وہ واپس آجائے یا اس ظلم وجور سے باز آجائے، نصیحت کرتے رہیں۔ ممکن ہے کہ وہ بدعنوانی سے باز آجائے اور لوگوں کی نشاندہی پر اپنی اصلاح کرے گا۔ چونکہ عصرِ حاضر میں زیادہ تر اسلامی ممالک میں نظام جمہوریت پر مبنی ہے، تو لازمی طور پر اپوزیشن بھی اسمبلی میں اپنا وجود رکھتی ہے، سو اس سلسلہ میں حکومت کی برطرفی کے کچھ پُرامن راستے بھی ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا جائے جاتا ہے۔

الف۔ سول نافرمانی

ان میں سے ایک طریقہ وہ ہے جسے عصرِ حاضر میں سول نافرمانی کہا جاتا ہے۔ اگر قوم کے سمجھدار لوگ یہ سمجھیں کہ یہ حکمرن خطاکار، لاپرواہ، ظالم ہے اور اس منصب کے لائق بھی نہیں ہے، تو وہ اسے نصیحت کریں، لیکن وہ اس سے انکار کر دے اور متکبر ہو جائے، تو انہیں صرف یہ کرنا ہے کہ وہ اس کا بائیکاٹ کریں یا پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے تعلقات استوار نہ کرنے کی تنبیہ کریں۔ قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ کام کرنے سے حکمران کو نصیحت ہو گی اور اقتدار خطرہ میں دیکھتے ہوئے اس کے صحیح راستے پر آنے کے مواقع زیادہ ہیں۔

ب۔ تحریک عدم اعتماد

جمہوری طرزِ حکومت میں ایسے حکمران کو معزول کرکے اس کی حکومت گرانے کا ایک راستہ تحریک عدمِ اعتماد ہے۔ اسمبلی میں تحریک چلے، اسپیکر کو درخواست جمع کروائی جائے اور اس کی دی گئی تاریخ پر حکمران کو اعتماد کا ووٹ دینے لینے کا حکم دیا جائے، چنانچہ مقررہ وقت پر اگر اس کو ووٹ نہ مل سکیں اور منتخب ممبران بالاتفاق کثرتِ رائے سے عدمِ اعتماد کا اظہار کریں تو اسے چاہیئے کہ بغیر کسی فساد کے حکومت سے دستبردار ہو جائے اور جمہوری جدوجہد کے ذریعے اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے ہوئے دوبارہ اپنا اعتماد بحال کرے۔ دینِ اسلام میں اس طرح اکثریت سے کسی کے خلاف عدمِ اعتماد کا اظہار کرنے کی کوئی مثال تو موجود نہیں لیکن جب دورِ نبوت اور خلفاءراشدین میں مشورہ کرنے کے بعد عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ کرتے ہوئے کسی بھی ذمہ دار کو برطرف کیا گیا تو انہوں نے منفی ردِ عمل دینے کی بجائے اس فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے عہدہ برآں ہونا لازم سمجھا۔

ج۔ مارشل لاء(Martial Law)/ جبراً اقتدار پر قابض ہونا

مارشل لاء(Martial Law) ایک ایسا عسکری نظام ہے کہ جب اندرونی خلفشار یا بیرونی خطرات کی بناء پر حکومتِ وقت کی کارکردگی سے ملکی سالمیت کو خطرات درپیش ہوں تو اس وقت فوج کا سربراہ حکومتی معاملات کو بھی اپنی نگرانی میں لیتا ہے۔ اگرچہ یہ عمل جمہوری اصولوں کے خلاف ہے لیکن حکومت یا حکمران کی برطرفی کے لئے پُرامن طریقوں میں اس طریقہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ جب ہم اس کو اسلام کی شرعی نصوص پر پرکھتے ہیں تو جبری اقتدار پر قابض ہونے والے حکمرانوں سے متعلق تعلیمات اور اس میں قدرِ مشترک نظر آتی ہے۔ سو ہم اسی سے متعلق تعلیمات اور امثال پیش کریں گے تاکہ یہ معاملہ بھی واضح ہو کہ حکومت کی برطرفی کے بعد ایسے سربراہِ حکومت کے ساتھ رعایا کیسا برتاؤ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کا طرزِ عمل

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی میں عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک کے درمیان جھگڑا ہوا، دونوں ہی خلافت کے دعوے دار تھے۔ جب تک ان میں تنازع رہا آپ بیعت سے دور رہے اور انتظار کرتے رہے کہ کون غالب آئے گا، سو عبدالملک غالب آگیا اور لوگ اس کے گرد جمع ہو کر بیعت کرنے لگے تو آپ نے بھی اس کی بیعت کی اور اپنی اولاد کو بھی اسی بات کا حکم دیا، چنانچہ عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں:

شَهِدْتُ ابْنَ عُمَرَ حَيْثُ اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَى عَبْدِ المَلِكِ، قَالَ:" كَتَبَ أَنِي أُقِرُّ بِالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللَّهِ عَبْدِ المَلِكِ أَمِيرِ المُؤْمِنِينَ عَلَى سُنَّةِ اللَّهِ وَسُنَّةِ رَسُولِهِ مَا اسْتَطَعْتُ، وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوا بِمِثْلِ ذَلِكَ.[39]

میں اس وقت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب سب لوگ عبدالملک بن مروان سے بیعت کے لیے جمع ہو گئے۔ بیان کیا کہ انہوں نے عبدالملک کو لکھا کہ "میں سننے اور اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں عبداللہ عبدالملک امیر المؤمنین کے لیے اللہ کے دین اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق جتنی بھی مجھ میں قوت ہوگی اور یہ کہ میرے لڑکے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔

فقہاء کا اجماع:

حافظ ابنِ حجرؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَقَد أَجْمَعَ الفُقَهَاءُ عَلَى وُجُوبِ طَاعَةِ السُّلْطَانِ المُتَغَلِّب، وَالجِهَادِ مَعَهُ، وَأَنَّ طَاعَتَهُ خَيْرٌ مِنَ الخُرُوجِ عَلَيْهِ؛ لِمَا فِي ذَلِكَ مِنْ حَقْنِ الدِّمَاءِ، وَتَسْكِينِ الدَّهْمَاءِ ۔ [40]

بزورِ طاقت غالب آجانے والے حکمران کی اطاعت کے وجوب اور اس کی معیت میں جہاد کرنے پر فقہاء کا اجماع ہے اور یہ کہ اس کی اطاعت کرنا اس کے خلاف خروج کرنے سے بہتر ہے، اس لئے کہ اس سے خون بھی بہنے سے محفوظ رہیں گے اور اموال کی حفاظت کی بھی تسکین رہے گی۔

خلاصہ

اہلِ کتاب اور اسلام دونوں ہی میں حکمران کے خلاف خروج کی ممانعت اور اس کی معزولی کو صرف مخصوص شرائط و حالات میں جائز قرار دیا گیا ہے۔ یہود و مسیحیت اور اسلام سب ہی اس بات پر متفق ہیں کہ حکمران کی برطرفی عوامی ہنگامہ آرائی یا انفرادی اقدام کے بجائے خواص و ذمہ دار طبقات کا حق ہے۔ البتہ اسلام میں یہ تعلیمات زیادہ واضح، جامع اور تفصیل کے ساتھ موجود ہیں، جن میں قرآن و حدیث کے نصوص، سیرت النبی ﷺ، صحابہ کرامؓ کی عملاً مثالیں اور ائمہ سلف کی آراء شامل ہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

[1] 1- سموئیل 6:24۔

[2] ہینری، **تفسیر الکتاب**، ج1، ص740۔

[3] متی 21:22۔

[4] رومیوں 13:2۔

[5] ہینری، **تفسیر الکتاب**، ج3، ص1136۔

[6] النساء5:59

[7] البخاری، محمد بن اسماعیل ، ابو عبداللہ، **الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ**، (بیروت:دارطوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الفتن،باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورا تنکرونھا، رقم الحدیث:7056۔

[8] ایضاً،رقم الحدیث:7053

[9] مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب الامارۃ، باب الأَمْرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وَتَحْذِيرِ الدُّعَاةِ إِلَى الْكُفْرِ، رقم الحدیث:4785۔

[10] مسلم، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْإِمَارَةِ، باب وُجُوبِ الإِنْكَارِ عَلَى الأُمَرَاءِ فِيمَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ وَتَرْكِ قِتَالِهِمْ مَا صَلَّوْا وَنَحْوِ ذَلِكَ،رقم الحدیث:1854۔

[11] طحاوی، **العقیدۃ الطحاویۃ**، ص4۔

[12] ابنِ قیم ، شمس الدین، محمد بن ابو بکر، الجوزیۃ، **مفتاح دار السعادۃ و منشور ولایۃ العلم والارادۃ**، (بیروت:دارالکتب العلمیۃ،سن)، ج،1،ص199۔

[13] الخلال، **السنۃ**، ص120۔

[14] ابن تیمیہ ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم ، **منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية**،(الریاض: جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، 1406ھ)، ج4،ص231۔

[15] **کتابِ مقدس**، (اردو)، (لاہور:پاکستان بائبل سوسائٹی ، 2011ء)، 1- سموئیل 9:15-7۔

[16] 1- سموئیل 26:15-29۔

[17] Catholic Encyclopedia, Vol. 6, "Gregory VII:"H. E. J. Cowdrey, Pope Gregory VII, 1073-1085:Norman F. Cantor, The Civilization of the Middle Ages, pp. 251-255.

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل ، ابو عبداللہ، **الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ وسننہ وایامہ**، (بیروت:دارطوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب الاذان،باب وجوب القراۃ للامام والماموم، رقم الحدیث:755۔

[19] النساء 141:4

[20] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الفتن، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «سَتَرَوْنَ بَعْدِي أُمُورًا تُنْكِرُونَهَا، رقم الحدیث: 7056۔

[21] مسلم بن الحجاج، ابوالحسین، **الصحیح**،(بیروت:دار حیاء التراث العربی، ن م)، کتاب الامارۃ،باب خیار الائمۃ و شرارھم، رقم الحدیث:1855۔

[22] المائدۃ 5: 44۔

[23] ایضاً 5: 45۔

[24] ایضاً 5: 47۔

[25] بھٹوی، عبدالسلام بن محمد، **تفسیر القران الکریم**، (لاہور: دارالاندلس، 1427ھ، طبع اول)، المائدۃ:44،45،47۔

[26] مسلم، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْإِمَارَةِ، باب وُجُوبِ طَاعَةِ الْأُمَرَاءِ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةٍ وَتَحْرِيمِهَا فِي الْمَعْصِيَةِ، رقم الحدیث: 1838۔

[27] الترمذی، **السنن**، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ،رقم الحدیث:2180۔

[28] البقرۃ 286:2۔

[29] التغابن 14:64۔

[30] النسائی، احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن، **السنن الکبریٰ**،(بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ، 1420ھ،طبعۃاولیٰ)، کتاب الأشربۃ، بَابُ : الْحَثِّ عَلَى تَرْكِ الشُّبُهَاتِ، رقم الحدیث:5714۔

[31] طٰہ 92:20-94۔

[32] البخاری، **الجامع الصحیح**،كِتَاب أَحَادِيثِ الْأَنْبِيَاءِ، باب، رقم الحدیث:3368۔

[33] نووی، یحیٰ بن شرف، ابوزکریا،**المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج**، (بیروت:دار احیاء التراث العربی 1392ھ، طبعۃ ثانیۃ)، ج12،ص229۔

[34] الحنفی، ابو العز، **شرح العقیدۃ الطحاویۃ**، (الریاض: الرئاسۃ العامۃ لدرایۃ بحوث العلمی،1413ھ)، ص273۔

[35] ابن حنبل، احمد، ابو عبداللہ، **المسند**، (بیروت:مؤسسۃ الرسالۃ، 2001ء)، مسند عائشۃؓ،ج6،ص149۔

[36] البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْمَنَاقِبِ، بَابُ عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلاَمِ، رقم الحدیث:2629۔

[37] البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الفتن ، باب من حمل علینا السلاح، رقم الحدیث:7070۔

[38] مسلم، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الْإِمَارَةِ، باب وُجُوبِ الإِنْكَارِ عَلَى الأُمَرَاءِ فِيمَا يُخَالِفُ الشَّرْعَ وَتَرْكِ قِتَالِهِمْ مَا صَلَّوْا وَنَحْوِ ذَلِكَ،رقم الحدیث:1854۔

[39] البخاری، **الجامع الصحیح**، كِتَاب الأحكام، بَابُ كَيْفَ يُبَايِعُ الإمام النَّاسُ، رقم الحدیث:7203۔

[40] ابن حجر، **فتح الباری فی شرح صحیح البخاری**، ج1، ص448۔